مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ ختمِ نبوت کراچی

دستور حق

اس کو نہیں کہتے کہ کسی ملک کا امیر طبقہ امیر تر ہو جائے اور غریب طبقہ کو "نانِ جویں" میسر نہ ہو۔

حکومت سے اختلاف کرنے والا شخص کسی وقت بھی اپنے کو محفوظ نہیں سمجھتا" مولانا مفتی محمود

ربوہ کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس ۱۹۸۳ء

جلد ۳

۲۷ ربیع الثانی تا ۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹ تا ۲۵ جنوری ۱۹۸۵ء

شمارہ [illegible]

خصائل نبویؐ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا ذکر

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ

حدثنا اسحٰق بن موسیٰ الانصاری حدثنا مالك عن ابی النضر عن ابی سلمة عن عائشة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی جالسا فیقرء و هو جالس فاذا بقی من قراءته قدر ما یکون ثلثین او اربعین اٰیة قام فقرء وهو قائم ثم رکع و سجد ثم صنع فی الرکعة الثانیة مثل ذلك

۱۷۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (زمانۂ ضعف میں) نوافل میں قرآن شریف (چونکہ زیادہ پڑھتے تھے اس لیے) بیٹھ کر تلاوت فرماتے تھے اور جب رکوع کرنے میں تقریباً تیس چالیس آیت رہ جاتی تھیں تو کھڑے ہوکر تلاوت فرماتے اور رکوع میں تشریف لے جاتے اور کھڑے ہونے کی حالت میں رکوع فرماتے پھر سجدہ کرتے اور اسی طرح دوسری رکعت ادا فرماتے۔

فائدہ بعض علماء نے اس شخص کے لیے جو بیٹھ کر نماز پڑھے اور کھڑے ہوکر رکوع، سجدہ کرنا ناجائز بتایا ہے مگر جمہور علماء جن میں چاروں امام بھی ـــــ ہیں کے نزدیک یہ صورت جائز ہے اسی طرح اس کے خلاف جو شخص کھڑے ہوکر نماز پڑھے اس کو بیٹھ کر رکوع، سجدہ کرنا بھی جائز ہے مگر یہ سب نفلوں میں ہے۔ فرضوں میں جو شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ اس کو بیٹھ کر پڑھنا جائز ہی نہیں۔

حدثنا اسحٰق بن موسیٰ الانصاری حدثنا معن حدثنا مالك عن ابن شهاب عن السائب بن یزید عن المطلب بن ابی وداعة السهمی عن حفصة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی سبحته قاعدًا ویقرء بالسورة ویرتلها حتی تکون اطول من اطول منها۔

۱۸۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نوافل بیٹھ کر پڑھتے اور اس میں کوئی سورت پڑھتے تو اس قدر ترتیل سے پڑھتے کہ وہ سورت اپنے سے لمبی سورت سے بھی بڑھ جاتی تھی۔

فائدہ یعنی چھوٹی سورت میں ترتیل اور قرأت سے پڑھنے کی وجہ سے بڑی سورتوں کے برابر دیر لگ جاتی تھی۔

مقصد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کو نہایت اطمینان سے ٹھیرا ٹھیرا کر پڑھتے تھے جلدی جلدی نہ پڑھتے تھے۔ جس سے چھوٹی سورت بھی اتنی دیر میں ختم ہوتی جتنی دیر میں دوسرے آدمی لمبی سورت پڑھ لیں اور پھر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لمبی لمبی سورتیں بھی پڑھتے تھے تو کتنی دیر لگتی ہوگی۔ اسی وجہ سے کھڑے کھڑے پاؤں پہ ورم آجاتا تھا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ترجمان

ختم نبوت

کراچی

جلد نمبر ۳

شمارہ نمبر ۳۱

فہرست

۱۔ خصائل نبوی
حضرت شیخ الحدیث رح ۲

۲ گلدستہ معرفت
مولانا سید حسین صاحب ۳

۳۔ ابتدائیہ ۵

۴۔ اللہ سے تعلق قائم کرنے کا طریقہ
مولانا محمد اقبال قریشی ۷

۵۔

۵۔ فیصلہ کن معرکہ
حضرت مولانا مفتی محمودؒ ۱۰

۶۔ بعثت کے بعد
مولانا ابوالحسن علی ندوی ۲۰

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خان محمد صاحب
دامت برکاتہم سجادہ نشین
خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

فی پرچہ

دو روپیہ

فون نمبر

۷۱۱۶۷۱

بدل اشتراک

سالانہ ــــ ۷۰ روپے
ششماہی ــــ ۴۰ روپے
سہ ماہی ــــ ۲۰ روپے

مدیر مسئول

عبدالرحمٰن یعقوب باوا

مجلس ادارت

مفتی احمد الرحمٰن
مولانا محمد یوسف لدھیانوی
ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر
مولانا بدیع الزمان
مولانا منظور احمد الحسینی

شعبہ کتابت

محمد عبدالستار واحدی

محمود

رابطہ دفتر

مجلس تحفظ ختم نبوت
جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی ۳

بدل اشتراک

برائے غیر ممالک بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک

سعودی عرب	۲۱۰ روپے
کویت، اومان، شارجہ، دوبئی، اردن اور شام	۲۲۵ روپے
یورپ	۲۹۵ روپے
آسٹریلیا، امریکہ، کینیڈا	۲۷۰ روپے
افریقہ	۳۱۰ روپے
افغانستان، ہندوستان	۱۶۵ روپے

ناشر

عبدالرحمٰن یعقوب باوا
طابع: کلیم الحسن نقوی انجمن پریس کراچی
مقام اشاعت: ۲۰/A ساتھرو مینشن
ایم۔ اے جناح روڈ۔ کراچی۔

ملفوظات

حضرت اقدس سید حسین حقانی مدظلہ علی گڑھ انڈیا۔
خلیفہ مجاز حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب

گلدستہ معرفت

فلاح کا آسان راستہ

فرمایا کہ یہ نفس و شیطان ہیں جو ہر آن رہزنی کیا کرتے ہیں ان کی راہزنی سے بچنے کا واحد علاج یہی بتلایا گیا ہے کہ کسی رہبر کامل کے ساتھ ہولے۔ البتہ رہبر کامل کی تلاش میں جتنی سعی کی جائے وہ درست ہے، پھر ایک بار جب رہبر کامل مل جائے تو وساوس وشکوک کو دل میں ہرگز جگہ نہ دیں۔ دیکھا جاتا ہے کہ دنیاوی امور میں ادنیٰ ادنیٰ چیزوں کے لیے خوب پڑتال کی جاتی ہے، تو کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ دین کے معاملہ میں کیوں کوتاہی برتی جاتی ہے۔ اس کی وجہ بجز اس کے کچھ نہیں ہے کہ دنیا چونکہ سامنے حاضر ہے اس لیے اس کی کوئی اہمیت نہیں خواجہ صاحبؒ نے خوب فرمایا ہے ؎

جو ہے سو مادہ پرست بندۂ زر ہوا پرست
رہ گئے کم خدا پرست ایک ہے اب ہزار میں

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہم کس کو راہ راست پر سمجھیں جب کہ اہل دین میں خود ہی اختلاف رائے ہو رہا ہے۔ یہ کہہ کر یہ حضرات اپنے تلاش اہل حق سے گویا کہ عاجز پاتے ہیں۔ یہ سادہ لوحی بناوٹ کی عاجزی ہے خدا کے یہاں ایک نہ چلے گی۔ جب طلب دنیا میں ان کی کوتاہی کو خداوند قدوس ان پر ظاہر کریں گے اور پھر دین کے باب میں ان کی کاہلی بھی ان کے سامنے پیش کی جائے گی تو زمین ان کے پیر کے نیچے سے نکل جائے گی اور کچھ بنائے نہ بنے گی۔

دنیا کی طلب میں ایک سے ایک ہوشیار نظر آتا ہے اور آخرت کے معاملہ میں سب بودے اور کم ہمت دکھائی دیتے ہیں۔ جب شریعت کا معیار اظہر من الشمس ہو چکا ہے اور متبعین سنت کی ایک کثیر جماعت حضرات صحابہ رضؓ سے لے کر آج تک طریق پر چل رہی ہے اور جب ظاہر دشواریاں ان کے عقیدت کے جمالے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی ہیں تو پھر آپ کا یہ کہنا کہ ہماری راہ میں بڑی دشواریاں حائل ہیں اہل حق کے نزدیک کب معتبر ہوگا؟ آپ کی تمام دلیلیں منٹ بھر تو نہیں ٹھہر سکتی ہیں۔ ایک تو تلاش نہ کریں دوسرے ان چلنے والوں میں عیب دیکھیں اور پھر اپنے کو معذور سمجھیں عجیب بات ہے۔

تجدید ایمان

اگر کوئی شخص ہزار دفعہ بھی کافر ہو اور پھر صدق دل سے اسلام لانا چاہے تو حق تعالیٰ ایسے کریم ہیں کہ پھر قبول کرنے کو تیار ہیں۔ اللہ اللہ ایسا رحیم ان کے سوا کون ہے۔ پس اگر کسی سے کوئی کفر کا کلمہ صادر ہوا ہو یا ایسا ارادہ ہوا ہو تو وہ سچے دل سے ایمان لے آئے تو حق تعالیٰ کے یہاں قبول ہے۔

(اصلاح ذات البین ص ۳۹)

ابتدائیہ

انبیا علیہم السلام کا کام وپیغام

آج سے تقریباً چالیس قبل مولانا منظور احمد نعمانی مدظلہ کا یہ مضمون "الفرقان" محرم ۱۳۶۵ھ میں شائع ہوا تھا۔ اس کی افادیت کے پیش نظر قارئین ختم نبوت کے لیے اس کا ایک حصہ دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے ادارہ

اگر نبوت ختم نہ ہوئی ہوتی اور اللہ تعالیٰ کسی پیغمبر کو اس زمانہ میں بھیجتا ...... یا اگر بالفرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی آج ہماری اس دنیا میں تشریف لے آئیں تو ان کا کام وپیغام کیا ہوگا؟

یہ ایک سوال ہے جس پر ہر اس شخص کو غور کرنا چاہیے، جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت اور سلسلۂ نبوت کی صداقت پر یقین رکھتا ہو اور نبیوں، رسولوں کے طریقہ پر جینا اور مرنا چاہتا ہو پھر اس سوال کا جواب معلوم کرنا بھی ان لوگوں کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے جنھوں نے قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کا کام وپیغام پڑھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ جن کے سامنے ہے۔

یقیناً ہر زمانہ اور ہر طرح کے ماحول میں انبیاء و رسل کی دعوت اور ان کی پیغمبرانہ جدوجہد کا مرکز و محور ایک اور صرف ایک رہا ہے اور وہ یہ کہ صرف اللہ کے بندے ہوجاؤ، اسی کی بندگی کرو، اس کی گرفت اور اس کے عذاب سے ڈرو، اصلاح و تقویٰ کی راہ چلو اور اس کے رسول کی لائی ہوئی شریعت کو اپنا دستور بنالو (اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ۝)

درحقیقت انبیا علیہم السلام کے پیغام اور ان کی ہدایت کا ہر زمانہ میں یہی مرکزی نقطہ رہا ہے ـــــ اور ہر قوم کے لیے اور ہر دور میں اسی کو انھوں نے انسانیت کا مرکزی مسئلہ قرار دیا ہے۔ اور اسی کو فکر و نظر اور علم و عمل کی اساس و بنیاد قرار دے کر انھوں نے جملہ مسائل حیات میں امتوں کی راہنمائی کی ہے۔ انھوں نے اگر تہذیب و تمدن اور معیشت و معاشرت کے بارہ میں بھی اصلاحی ہدایتیں دی ہیں تو اسی اصل کے ماتحت اور اگر تعلیم و تعلم جیسی کسی ضروری چیز پر بھی زور دیا ہے۔ تو اسی غرض کے لیے، اور علیٰ ہذا انھوں نے دنیا کے نظم و نسق اور سیاست و حکومت پر قابو حاصل کرنے کے لیے اگر کبھی کوئی اقدام اٹھایا ہے اور کوئی جدوجہد کی ہے تو وہ بھی صرف اسی مقصد اعلیٰ کی خاطر (لتكون كلمة هى العليا ويكون الدين كله لله

الغرض صرف اللہ کی بندگی، تقویٰ کی زندگی اور شریعت الٰہیہ کی پیروی کے لیے کوشش ہی ہمیشہ تمام انبیاء علیہم السلام کا بنیادی کام رہا ہے پھر آج جب کہ ہوا و ہوس کی بندگی عام ہے۔ اور عملی دنیا اور بالخصوص اس کے اجتماعی معاملات میں آخرت فراموشی اور مواخذۂ خداوندی سے بے خوفی اور بے فکری بالکل عام ہے۔ اور جب کہ نبوی ہدایات و تعلیمات سے قطعاً بے پرواہ ہوکر اپنے اپنے پسند خاطر راستوں پر چلنے کا عام چلن ہے (اور یقیناً بہت کم ایسے اللہ کے بندے ہیں جو اس عالم سے مستثنیٰ کیے جا سکتے ہیں) پس عمومی ضلال و فساد کی اس فضا میں اگر بالفرض اللہ کا کوئی رسول مبعوث ہوتا، یا فرض کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اللہ تعالیٰ اگر اس حالت میں دوبارہ بھیجدیتے تو اس میں کیا شبہ ہے کہ ان کی دعوت و پکار اور ان کی جدوجہد بھی ہوتی کہ:

اعبدو اللہ واتقوہ واطیعون
(قرآن مجید)

اللہ کے بندو صرف اللہ کی بندگی کرو، اسکی گرفت اور اس کے عذاب سے ڈرو اور میں جو ہدایت و شریعت لایا ہوں اس کے مطابق چلو۔

اور اس سے زائد اور اس کے علاوہ جو کچھ ان کو کرنا ہوتا یقیناً وہ اس کے بعد اور اسی اصل و اساس کی بنیاد پر کرتے۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا اس لیے اب کوئی نیا نبی ہماری ہدایت کے لیے مبعوث ہونے والا نہیں، اور یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اب کبھی اس دنیا میں تشریف لانے والے نہیں، مگر ان کا کام و پیغام زندہ ہے، باقی ہے اور اس کو باقی و جاری رکھنے کی ذمہ داری امت پر خصوصاً حاملین علوم نبوت پر ہے۔

پس نبوت ختم نہ ہونے کی صورت میں آنے والے نبی و رسول جو کام ضلال و فساد کی اس دنیا میں کرتے اور جو پیغام اس زمانہ کے لوگوں کو دیتے، اس عہد کے مسلمانوں، بالخصوص علوم کتاب و سنت کے امینوں کا فرض ہے کہ وہ اسی کام اور پیغام کو لے کر کھڑے ہوں اور اسی کے واسطے اپنی جانیں کھپانے کا فیصلہ کریں۔

ہمیں اس سے انکار نہیں کہ اس دنیا میں کچھ اور بھی ہماری قومی، تمدنی اور اجتماعی ضرورتیں اور اہمیت رکھنے والے قومی مسائل ہیں جن سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ایمانی نقطۂ نظر سے ضروری ہے کہ ان قومی مسائل و ضروریات کو ترتیب و اہمیت میں وہی درجہ دیا جائے جو انبیاء علیہم السلام کے طرز عمل نے دیا ہے، نیز ان عمومی ضروریات کے بارہ میں بھی جو کچھ سوچا جائے اور جو کچھ کیا جائے نبوت کے اس مرکزی مقصد کو سامنے رکھ کر سوچا اور کیا جائے، غرض یہی ہمارے تمام مسائل و مہمات کی روح اور اصل بنیاد ہو اور باقی سب کچھ اسی کے واسطے اور اسی کے فروع اور توابع ہوں۔

مگر آج جو ہو رہا ہے کہ یہ اصل مقصد تو بالکل کسمپرسی کے عالم میں پس پشت جا پڑا ہے اور وہ دوسرے قومی مسائل جو اس کے خادم ہونے کی حیثیت سے ہمارے سامنے آنے چاہیے تھے وہی آج مقصود بالذات بن کر ہمارا مقصد حیات بنے ہوتے ہیں اور انھیں کے گرد ہماری ساری زندگی گھوم رہی ہے۔

ضبط و ترتیب : مولانا محمد اقبال قریشی
ہارون آباد

اللہ سے تعلق قائم کرنے کا طریقہ

حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ

اکبر الہ آبادی نے خوب فرمایا ہے ؎

تعلیم مذہبی کا خلاصہ یہی تو ہے ... سب مل گیا اسے جسے اللہ مل گیا

حسن اتفاق سے یاد آیا کہ تعلق مع اللہ پر استاذ العلماء راس الاتقیاء عارف باللہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری بانی و مہتمم خیر المدارس ملتان نے مدرسہ اشرف المدارس کے سالانہ جلسہ میں ۸ صفر ۱۳۸۷ھ (۱۹ مئی ۱۹۶۷ء) شب شنبہ کو جو تقریر فرمائی بغرض استفادہ و استفاضہ قارئین نقل کیے جاتے ہیں۔

حضرت رحمہ اللہ نے بعد خطبہ مسنونہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ اس آیت میں تعلق باللہ کا طریقہ بتلایا گیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ سے بندہ کا صحیح تعلق قائم ہو جاتا ہے تو بندہ جو کچھ زبان سے کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو پورا فرما دیتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ ابن الفارض رحمہ اللہ نقشبندی خاندان کے ایک بہت بڑے بزرگ ہیں۔ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ کے سامنے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے گئے۔ آپ نے ان کو دیکھ کر فوراً منہ پھیر لیا۔ چونکہ آپ شاعر تھے اس لیے فوراً یہ شعر پڑھا ؎

ان کان منزلتی فی الحب عندکم
ما قد رایت فقد ضیعت ایامی

یعنی تمہارے پاس محبت کا اجر یہ ہے تو میں نے اپنی عمر ضائع کر دی۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے تجلی فرمائی اور آپ کی روح پرواز کر گئی۔ جب اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے تو خود بخود غیر اللہ سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے، جیسا کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کی مثال ہے۔ کہ شاہ چین نے آپ کو شیشہ دیا تو آپ نے اپنے گھر رکھوا دیا جب آپ گھر میں داخل ہوتے تو خود بخود شیشہ کی طرف نظر پڑ جاتی حالانکہ آپ کو شیشہ دیکھنے کا شوق نہ تھا۔ لیکن بجائے توجہ مع اللہ کے شیشہ کی طرف نظر پڑنے سے اپنی شکل و صورت نظر آتی اتفاق سے وہ شیشہ آپ کے نوکر سے ٹوٹ گیا نوکر بہت گھبرایا کہ آپ سخت ناراض ہوں گے۔ جب آپ تشریف لائے تو اس نے ڈرتے ہوئے کہا۔ ع

از قضاء آئینہ چینی شکست

آپ بہت خوش ہوئے کیونکہ اتنی دیر اللہ کی طرف سے دھیان ہٹتا تھا جس کا اللہ تعالیٰ نے خود انتظام کر دیا آپ نے دوسرا مصرع فرما دیا ع

خوب شد اسباب خود بینی شکست

مقصود اعظم تعلق مع اللہ

پس تعلق مع اللہ بہت بڑی دولت ہے۔ مقصود اعظم مع اللہ ہے۔ جب بندہ کا اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ تو اس کو فکر آخرت پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ کے سوا اسے کسی کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ اسے مال یا جان کی حفاظت کی پرواہ نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ سے

تعلق پیدا کرنے کے لیے انبیاء کرام تشریف لے آئے۔ انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا تاکہ تعلق مع اللہ کا سلسلہ قائم رہے۔ تعلق مع اللہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا نام ہے۔

عالم کی چار قسمیں

عالم چار ہیں، عالم ارواح، عالم ازل، عالم برزخ سب سے پہلے روحیں عالم ارواح میں تھیں۔ اور سب روحیں اللہ تعالیٰ کو دیکھتی تھیں۔ مگر ان کا دیکھنا غیر اختیاری تھا جیسے تصویر لگی ہو تو پانی میں خود نظر آتی ہے۔ اسی طرح روح کا دیدار تھا۔ قرآن شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ الست بربکم۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ تو جواب دیا گیا؛ قَالُوْا بَلٰی یعنی کیوں نہیں (تو ہمارا رب ہے) یہاں سب کا جواب ایک ساتھ نہ تھا۔ جیسا کہ مفسرین نے نقل فرمایا ہے۔ یہود و نصاریٰ کی روحوں نے جواب نہیں دیا۔ جب سوال کیا گیا تو سب کی روحیں موجود تھیں۔ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک نے جواب دیا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک جواب نہ دیتی تو کوئی بھی جواب نہ دیتا۔ آپؐ کے جواب کے ـــــــ بعد انبیاء علیہ السلام کی روحوں نے جواب دیا۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ قطبؒ اولیاءؒ کی روحوں نے جواب دیا۔ گویا عالم روحانی میں آپؐ کو استاد بنایا گیا اور آپؐ کی روح انبیاء کے لیے باعثِ تقلید بنی۔ اور آپؐ کے تشریف لانے سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا گیا۔ جیسے بادشاہ کے آنے کی تاریخ مقرر ہوتی ہے۔ تو چھوٹے چھوٹے اہل کاروں کا انتظام ہوتا ہے۔ شامیانہ لگایا جاتا ہے، فرش بچھایا جاتا ہے۔ اور شامیانے کو افسر دیکھنے کے لیے آتا ہے کہ آیا بادشاہ کے لائق بھی ہے تو آپؐ کے لیے آسمان کا شامیانہ لگایا گیا۔ زمین کا فرش بچھایا گیا۔ سورج اور چاند کی لالٹینیں لگائی گئیں اور سب انبیاء علیہم السلام شامیانے کو دیکھنے کے لیے آئے اور شامیانہ بدستور رہا۔ اور جب تک ایک آدمی بھی کلمہ توحید پر ایمان لاتا ہے اور عمل صالح کرتا ہے۔ شامیانہ اسی وقت تک رہے گا۔ جب یہ سلسلہ ختم ہو گیا تو سورج اور چاند بے نور ہو جائے گا۔ شامیانہ بھی نہ رہے گا۔ اور قیامت آجائے گی۔ دنیا ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ اس وقت شامیانے کی ضرورت بھی نہ رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات کی قسم کھائی ہے، اور کسی کی عمر کی قسم نہیں کھائی۔ چنانچہ سورۃ الحجر آیت ۷۲ میں ہے۔ لعمرک انہم لفی سکرتہم یعمہون میں حضور اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو بیان نہیں کرتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے معجزات ہیں کہ ان کا بیان ہو ہی نہیں سکتا۔ ان میں سے ایک معجزہ معراج شریف ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رکاب تھامی براق پر سواری کی زمین سے گذرے۔ براق زمین اور آسمان کے درمیان چلتا تھا۔ جہاں تک نظر جاتی تھی۔ اس کا ایک قدم ہوتا تھا۔ خوشبو آنے لگی۔ آپؐ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کیا یہ جنت کی خوشبو ہے جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا۔ یہاں سے جنت بہت دور ہے۔ فرعون کی ایک ملازمہ تھی وہ کنگھی کر رہی تھی ایک دن کنگھی اس کے ہاتھ سے گر گئی تو اس کے منہ سے کلمہ توحید نکل گیا۔ جب اللہ والے کی زبان سے بات نکلتی ہے پھر نہیں چھپتی بلکہ پہلے سے زیادہ نکلتی ہے۔ کسی نے جا کر فرعون سے کہہ دیا۔ فرعون نے پولیس بھیجی۔ اس پر لڑکی نے کہا میں اس خدا کو مانتی ہوں جس نے مجھے پیدا کیا۔ اس پر فرعون نے اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے اس کے دو بیٹے تھے، ایک شیر خوار، دوسرا تین چار سال کا۔ فرعون نے بیٹے کو قتل کرنے کی دھمکی دی۔ ماں برابر ڈٹی رہی۔ اس پر فرعون نے بڑے بیٹے کو ذبح کر دیا اور چھوٹے بیٹے کو ماں کے سینہ پر رکھ دیا۔ ماں گھبرائی، اس پر اللہ تعالیٰ نے شیر خوار بچے کو زبان دی کہ میرا بھائی جنت میں میرا آپ کا انتظار کر رہا ہے ظالم نے ماں اور بیٹے کو ذبح کر دیا۔ آج اس کی قبر سے خوشبو آ رہی ہے جو ساتویں آسمان تک پہنچی ہے۔ ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ اس کے اوپر سدرۃ المنتہیٰ ہے آپؐ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا کہ ساتھ نہیں ہیں کیونکہ اس سے آگے جانے پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پر جلتے ہیں۔ کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ کی ذات کی تجلیات پڑتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ ہی کے سینہ میں وہ طاقت رکھی ہے جو آگے جا سکے حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں میں سب سے افضل ہیں اور یہاں آپؐ کی فضیلت حضرت جبرئیل علیہ السلام سے بڑھ کر ثابت ہوئی۔ آپؐ نے جنت اور دوزخ کو دیکھا۔ جب ایک آدمی بادشاہ

یا پیر کے پاس جاتا ہے تو سوغات لے کر جاتا ہے۔ آپؐ یہ سوغات لے کر گئے۔ التحیات یعنی قولی عبادت۔ زبان سے اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت ہوگی اور زبان سے ہر جملہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہی نکلے گا۔ والصلوٰت سر سے پیر تک کی عبادت اللہ کے لیے ہوگی اپنے نفس کے لیے کچھ نہ ہوگا۔ قبروں پر سجدہ نہ ہوگا۔ بلکہ اللہ کے لیے ہوگا۔

موحد چہ برپائے ریزی زرش چہ شمشیر ہندی نہی برسرش

امید و ہراسش نباشد زکس ہمیں است و بنیاد توحید و بس

تیسرا والطیبات پاک مال کی کمائی پیش کی۔ کسی کی چوری کی کمائی نہ ہوگی۔ خرچ میں رضائے الٰہی ہوگی، مدارس اسلامیہ کی امداد ہوگی۔ اور دیگر نیک کاموں میں صرف ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی آپؐ کے لیے اور آپؐ کی امت کے لیے تحفہ دیا۔ آپؐ واپس آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انھوں نے واپس کیا۔ پانچ نمازیں کم ہوگئیں، اسی طرح نو مرتبہ آپؐ واپس ہوئے۔ بعض احادیث میں جو دس یا بیس کا ذکر آتا ہے وہ دو یا چار کو جمع کر لیا ہے جب پانچ باقی رہ گئیں تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت پر تین نمازیں فرض تھیں۔ انہوں نے وہ نہ پڑھیں۔ آپ نے فرمایا کہ اب تو مجھے شرم آتی ہے کیونکہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی یہ عادت معلوم ہوگئی اگر پانچ بھی معاف ہوجاتیں تو امت کے لیے کیا سوغات یا تحفہ لے جاتے۔ یہ اللہ کا تحفہ ہے جس طرح آج کل لوگ اپنے دوست کو شادی میں تحفہ بھیجتے ہیں۔ اگر کوئی تحفہ واپس کر دے تو اللہ تعالیٰ کو کتنا غصہ آئے گا۔ آج کل لوگ بہت کم نمازیں پڑھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے نماز تجویز خداوندی ہے۔ باقی انبیاء کی نمازیں اپنی تجویز تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیں۔ بندہ کی تجویز اور خدا کی تجویز میں فرق ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر بلا کر نماز تجویز فرمائی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے گندم کا دانہ لیا تھا۔ جب ان کی توبہ قبول ہوئی تو صبح صادق کا وقت تھا۔ اس طرح ان کی امت پر فجر کی نماز فرض ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کیلئے منیٰ میں تشریف لے گئے۔ جب آپؑ کی قربانی قبول ہوئی تو زوال کا وقت تھا۔ آپؑ نے شکریہ میں چار رکعت نماز پڑھی

اسلئے ان پر ظہر کی نماز فرض ہوئی۔ حضرت عزیر علیہ السلام ایک سو سال بعد جب اٹھے تو دن ڈھل چکا تھا۔ آپؑ نے چار رکعت نماز پڑھی۔ اس لیے ان پر عصر کی نماز فرض ہوئی جب داؤد علیہ السلام کا امتحان ہوا تو سورج غروب ہوچکا تھا آپؑ نے چار رکعت کی نیت باندھی لیکن بھول کر تین رکعت نماز پڑھی۔ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور ان کی امت پر مغرب کی نماز فرض ہوئی۔ عشاء کی نماز خاص حضورؐ اور آپؐ کی امت پر فرض ہوئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے۔ سب سے افضل انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اور سب فرشتوں سے حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے افضل ہیں۔ مرنے اور قیامت کے درمیان عالم برزخ ہے۔ ہمارا مسلک ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر جاتے۔ آپؐ پر درود و سلام بھیجے آپؐ سنتے ہیں۔ آپؐ کے وسیلہ سے دعا مانگے۔ ہم چشتی ہیں ہم وسیلہ کے قائل ہیں۔ سب وسیلہ کے قائل ہیں۔ ہمارے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم دارالعلوم کراچی نے وسیلہ پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ غیر مقلد کے سوا سب وسیلہ کے قائل ہیں۔ معتزلہ وسیلہ کے قائل نہیں۔ وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں۔ حضرت تھانویؒ نے وسیلہ پر ایک رسالہ لکھا ہے۔ کے متعلق میں نے لکھا ہے۔ جو خیر المدارس میں پڑا ہوا ہے۔ قیامت کے دن شفاعت کبریٰ بھی آپؐ کے لیے خاص ہے آپؐ کے وسیلہ سے ہی سب کی نجات ہوگی۔ انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں لیکن وہ عذر کردیں گے۔ کیونکہ بتلایا نہیں گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ خبر دی گئی۔ تاکہ آپؐ بھی کہیں کمال بندگی سے عذر نہ کردیں۔

تعلق مع اللہ اتباعِ سُنّت کے طفیل حاصل ہوگا

بخاری شریف میں ہے کہ میں سجدہ کروں گا۔ اور اللہ تعالیٰ مجھے ایسی دعائیں سکھلائیں گے۔ جو کسی کو نہ سکھلائی ہوں گی ارشاد ہوگا۔ اللہ کیا مانگتا ہے مانگ۔ علامہ قسطلانیؒ نے لکھا ہے کہ وہ مٹی جو روضہ کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتی

باقی ص ۲۲ پر

فیصلہ کن معرکہ

مفکر اسلام کی ایک یادگار تقریر

یہ ۱۹۶۹ء کا سال ہے۔ ربوہ کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس سے بہت سے علماء و مشائخ خطاب کر چکے ہیں۔ آخری نشست کا آغاز ہو چکا ہے۔ عوام کے سروں کا سمندر دُور دُور تک دکھائی دے رہا ہے۔ اس نشست سے مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ خطاب کرنے والے ہیں۔ یہ وہ لمحہ و ساعت ہے کہ سٹیج سے مولانا مفتی محمودؒ کو دعوتِ خطاب دی جاتی ہے۔ مفتی اعظم اپنی نشست سے اٹھتے ہیں۔ جذبوں کا طوفان مچل اٹھتا ہے اور لوگ عظیم قائد کا استقبال کرتے ہیں۔

جیوے جیوے، مفتی جیوے، جیوے جیوے مفتی جیوے
مفتی اعظم زندہ باد۔ مفتی اعظم مفتی محمود زندہ باد، قائد اسلامی انقلاب، زندہ باد، جیوے جیوے مفتی جیوے، مجاہد ختم نبوت مفتی محمود زندہ باد۔ قائد عوام حضرت مفتی محمود۔

نعروں کا یہ طوفان تھمنے کو نہیں آتا کہ مفتی محمودؒ کی آواز بلند ہوتی اور سناٹا چھا جاتا ہے۔ مولانا مفتی محمودؒ خطبہ مسنونہ پڑھ رہے ہیں۔ لوگ جھوم رہے ہیں۔ خطبہ ختم ہوتا ہے اور تقریر شروع ہوتی ہے۔

جناب صدر، میرے محترم بھائیو، دوستو اور بزرگو!

ختم نبوت کی یہ کانفرنس قریب الاختتام ہے۔ معمول کے مطابق دسمبر کی انہی تاریخوں میں تین دن تک یہ کانفرنس منعقد ہوتی رہتی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ گذشتہ مرتبہ یا اس سے بھی پہلے میں اپنی مصروفیات کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا۔ میرے بزرگوں نے میرے بھائیوں نے اس دفعہ مجھے یاد فرمایا۔ میں ان کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اس مبارک اجتماع میں مجھے بھی شریک ہونے کی سعادت حاصل کرنے کی توفیق دی۔ ختم نبوت کا مسئلہ یہ کوئی نزاعی مسئلہ نہیں، کوئی جھگڑے کی بات نہیں۔ عالم اسلام اس پر متفق ہے کہ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت قیامت تک کے لیے تمام انسانوں کے لیے جنات کے لیے اور کائنات کے لیے جاری و ساری ہے۔ آپ کی نبوت مسلسل قیامت تک چلے گی اور آپ کے بعد کوئی شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہوگا۔ اور پھر ایسا شخص اگر اس کی ذات سے متعلق، اس کے اخلاق کے متعلق، اس کے کردار کے مطابق بحث کی جائے تو مجھے شاہ جی مرحوم کی بات یاد آتی ہے۔ کسی نے پوچھا کہ شاہ جی نبوت کے لیے کیا شرطیں ہیں تو آپ نے فرمایا اسے کم از کم انسان ہونا چاہیے۔

اس وقت یہ مسئلہ پھر کچھ ابھر رہا ہے جیسے کہ قرارداد کے الفاظ سے آپ کو معلوم ہوا۔ مسلمانوں کے جذبات مجروح ہو رہے ہیں اور ایسا کوئی تشویش نہیں ہے۔ کچھ ہو جائے پاکستان میں مرزائی سر نہیں اٹھا سکتے۔ اس قابل نہیں ہے۔ نعرے (نعرۂ تکبیر اللہ اکبر، تاجدار ختم نبوت۔ زندہ باد) کتنا بھی کوئی حکومت انہیں سہارا دے، کتنا بھی کوئی حکومت ان کی سرپرستی کرے۔ یہ مردہ لاش ہے اس میں پھر کبھی روح نہیں آسکتی ہے۔

میرے محترم دوستو!

بہرحال یہاں یہ ایک فتنہ ہے موجود۔ اس کا سر کچل دیا گیا ہے لیکن سانپ کا جب سر کچل دیا جاتا ہے وہ نہیں کاٹ سکتا لیکن بچے اس کی شکل کو دیکھ کر ڈر جاتے ہیں۔ ناتجربہ کار بچے بے وقوف! اس کی شکل کو، کالا سانپ ہے لمبا دیکھ کر ڈر جاتے ہیں۔ اب یہ مرا ہُوا سانپ ہے۔ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

اے قومی اسمبلی کے ہال میں جس میں عبدالسلام کو اعزازی ڈگری دی گئی اور جس میں انہیں مسلمان سائنسدان کی حیثیت سے یاد کیا گیا اسی ہال میں انہیں غیر مسلم قرار دیا گیا۔ آئین میں ترمیم ہوئی اسی ہال میں اور میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ قومی اسمبلی کے معزز ایوان کی توہین ہے کہ اسی ہال میں جہاں قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ ہُوا تھا اسی ہال میں انہیں مسلمان کہا جائے۔

آئین کی دھجیاں اُڑا دی گئیں۔ آئین کی بے حرمتی کی گئی۔

اور آئین کی بے حرمتی ان لوگوں نے کی جنہوں نے اس آئین کا حلف اٹھایا تھا۔ جنہوں نے آئین کا حلف اٹھایا! اسی ہال میں جب مرزا ناصر سے ہم نے باتیں پوچھیں اور اس کے بعد فیصلہ کیا۔ ہم نے ایسا فیصلہ نہیں کیا۔ جذباتی فیصلہ نہیں تھا۔ میں بتانا چاہتا ہوں بالکل ہم

ہم نے کہا ایمان کا تعلق اسلام کا تعلق

شکل و داڑھی سے نہیں عقیدے سے ہے

نے یہ فیصلہ کیا بیٹھ کر کہ انہیں صفائی کا موقع دیا جائے ورنہ ہم تو جانتے تھے کہ یہ کریں گے۔ اگر ہم صفائی کا موقع نہ دیتے تو ہو سکتا تھا یہ پروپیگنڈہ کریں اور دُنیا میں جا کر کہیں، بین الاقوامی طور پر جا کر پروپیگنڈہ کریں کہ ہمیں صفائی کا موقع نہیں دیا گیا، اپنا مؤقف نہیں پیش کرنے دیا گیا اور ایسے ہی یک طرفہ طور پر فیصلہ ہُوا۔ یہ اعتراض بڑا اُن کا ہوتا، اس لیے ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ انہیں بلا لو، انہیں سن لو چنانچہ مرزا ناصر نے دو سو صفحے کی تقریباً کتاب ــــ اپنے بیان کو کتاب کی شکل میں چھاپا۔ وہ وہاں آئے اور اسمبلی ہال میں اپنا دو سو صفحے کا بیان مکمل طور پر پڑھ کر سُنایا جس میں ان کا پورا مؤقف موجود تھا۔ ہم نے اطمینان سے سُنا۔ اس کے بعد، یہ درست ہے کہ ہمیں بھی تشویش لاحق ہوئی اور تشویش اس لیے لاحق ہوئی کہ ہمارے اسمبلی کے ممبر جنہیں آپ منتخب کر کے بھیجتے ہیں ماشاء اللہ "علم دین کے ماہر" "علماء" "فقہاء" یہ بھیجتے ہیں آپ! وہ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے کو مسلمان کہتا ہے وہ مسلمان ہے۔ مسلمان کی تعریف اُن کے نزدیک یہ ہے: مسلمان کون؟ جو اپنے کو مسلمان کہے: "کہتے ہیں تمہیں کیا حق حاصل ہے؟ کہ وہ تو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اور تم انہیں کافر قرار دو۔ بڑے بڑے سمجھدار اور دین کا دعویٰ کرتے ممبروں سے میں نے سُنا اور استدلال کیا اس آیت سے وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا جو تم کو سلام کہتا ہے اس کو مت کہو کہ تم مؤمن نہیں۔ کلمۃ حق ارید بہا الباطل۔ غرض یہ کہ اس کی تقریر کے بعد ممبروں پر کچھ اثر تھا۔ ہم نے پہلے بھی آپ کو سُنایا تھا کہ جب وہ آئے تھے تو داڑھی سفید لمبی، سفید قمیص، پگڑ اور شلوار۔ اسی صورت میں وہ اسمبلی میں پہلی مرتبہ داخل ہُوئے اور ممبروں نے دیکھا اور ممبروں کی اکثریت نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ اور میں بھی ان میں شامل تھا تو ہمیں گھور گھور کر کہنے لگے یہ داڑھی سفید اور تم کہتے ہو کافر ہے۔ یہ پگڑی اور کیا یہ شکل کافر کی ہے۔ مولوی صاحبان! تم بھی عجیب بات کرتے ہو۔ یہ شکل کافر کی ہو سکتی ہے۔ یہ ذہن تھا۔ ہم نے کہا ایمان کا تعلق، اسلام کا تعلق شکل و داڑھی سے نہیں عقیدے سے ہے۔ غرض یہ جب وہ اپنے بیان میں جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرتے تھے تو درود شریف بھی ساتھ پڑھتے تھے۔ جب وہ دُرود پڑھتا تھا تو ممبروں نے کہا دیکھو حضورؐ پر درود بھیج

رہا ہے۔ تم کہتے ہو کافر ہے۔ کبھی کبھی وہ قرآن کریم کی آیتیں بھی پڑھتا تھا تو ممبر کہتے دیکھو قرآن کی آیتیں پڑھ رہا ہے اور تم کہتے ہو کافر ہے۔ تو ذہن اس طرح بنا۔ تشریح اس لیے کی کہ یہ ایک وقت ہے۔ آخری موقع ہے۔ اس وقت اسمبلی میں جب مسئلہ پیش ہے سامنے انہیں غیر مسلم قرار نہ دیا اور مسلمان قرار دے دیا۔ خدانخواستہ پھر تو یہ مسئلہ الجھ گیا عمر بھر کے لیے اور ممبر ایسے تھے ماشاءاللہ۔ بڑی دعائیں مانگیں۔ میں تو سیدھی بات ہے کبھی کبھی پوری رات نہیں سوتا تھا۔ اس پریشانی میں کہ اے اللہ کس آزمائش میں آ گئے اور فیصلہ کفر و اسلام کا کرنا کسی عقیدے کے اعتبار سے ان جہلاء کے سپرد ہے لیکن جب انہوں نے جرح کی تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے اراکین اسمبلی کے دلوں کو پھیر دیا۔

پہلا سوال ہم نے ان سے کیا کہ آپ مرزا صاحب کے بارے میں کیا کہتے ہیں کہ وہ کون تھے؟

اُس نے جواب میں کہا کہ وہ امتی نبی تھے۔ امتی نبی۔

اُس سے پوچھا کہ امتی نبی کسے کہتے ہیں؟

اُس نے کہا کہ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں سے کوئی فرد آپ کا اتباع کرتے ہوئے جب نبوت کا مقام حاصل کر لیتا ہے، آپ کے اتباع سے، آپ کی امت ہی کا ایک فرد، تو اسے امتی نبی کہتے ہیں۔ یہ مقام انہیں حاصل تھا۔

اس سے پوچھا کہ کیا مرزا صاحب سے پہلے تیرہ سو سال میں اسلامی ادوار میں کوئی شخص اور بھی امتی نبی بنا ہے؟ آخر تیرہ سو سال گزرے اور امتی نبی جب بن سکتا ہے کوئی شخص ان کے بعد آپ کے خیال میں تو کوئی اور بھی بنا؟

اس نے کہا نہیں کوئی نہیں۔

ہم نے کہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو افضل الامت بلکہ انبیاء کے بعد تمام انسانوں سے افضل۔ وہ بھی کیا آپ کے اتباع سے اس مقام کو حاصل کر چکے تھے یا نہیں؟

انہوں نے کہا نہیں۔ وہ بھی امتی نبی نہیں۔

جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا۔ لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ۔ کیا وہ بھی امتی نبی تھے؟

کہا نہیں

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ؟

کہا نہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ؟

کہا نہیں۔

اب جو سنی ممبر تھے وہ اس سے متأثر ہوئے کہ اچھا۔

میں تو سیدھی بات ہے کبھی کبھی پوری رات نہیں سوتا تھا اس پریشانی میں کہ اے اللہ کس آزمائش میں آ گئے

یعنی یہ مرزا کو حضرات شیخین یا خلفاء اربعہ سے افضل سمجھتا ہے؟ یہ ان کا عقیدہ۔ وہ تھوڑا سا متنفر ہو گئے

پھر ہم نے پوچھا کیا حضرت حسنؓ۔ وہ بھی امتی نبی تھے کیا؟

نہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ؟

کہا نہیں۔

شیعہ اس سے متنفر ہو گئے۔

اچھا۔ اماموں سے بھی افضل تھے کیا؟

کہا نہیں۔

ذہن کو دھکا لگتا گیا۔ پھر اس سے پوچھا ہم نے اچھا یہ بتاؤ کہ پہلے تو کوئی نہیں آیا تو مرزا صاحب کے بعد قیامت تک کوئی امتی نبی آئے گا؟ لعبہ۔

تو اس نے کہا نہیں ۔ نہیں۔

پھر پوچھا اس سے کہ اس کے معنی تو پھر یہ ہوئے کہ مرزا صاحب آپ کے عقیدے کے مطابق خاتم النبیین ہیں اور قرآن تو کہتا ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ حضورؐ کا لقب ہے خاتم النبیین تو آپ ان کو سمجھتے ہیں خاتم النبیین۔

اس نے کہا بالکل نہیں۔ بالکل نہیں۔

کیسے نہیں؟ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد تو مرزا آئے اور مرزا کے بعد قیامت تک کوئی نہ آئے تو خاتم النبیین تو مرزا ہوئے ٹھیک ہے نا! ان کے عقیدے کے مطابق تو حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد مرزا نبی آئے اور مرزا کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہ آئے۔

مرزائی فتنہ مراھوا سانپ ھے اسکی کوئی حیثیت نہیں۔

ذاتی نبی نہ ظلی نہ بروزی نہ تشریعی نہ غیر تشریعی کوئی نبی نہ آئے تو خاتم النبیین کون ہوا۔ بتاؤ؟

تو اُس نے کہا نہیں۔ نہیں۔

نہیں کیسے نہیں؟

اس نے کہا کہ مرزا صاحب تو کچھ بھی نہیں تھے۔

اب ہمیں تھوڑی سی خوشی بھی ہوئی کہ وہ خود کہتا ہے کہ کچھ بھی نہیں تھے۔ ہم نے کہا وہ کچھ تو تھے آخر۔ وہ تمہارے دادا تھے۔ یہ کیسے کہتے ہیں کچھ بھی نہیں تھے۔ پھر تم کہاں سے آئے۔ یہ بتاؤ۔ تمہارے دادا تھے۔ کچھ تو تھے۔

اس نے کہا نہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات اقدس میں ایسے فنا ہو گئے تھے کہ وہ بالکل ایک ہو گئے۔ ان کی ختم نبوت اُن کی اور اُن کی اِن کی۔

یہ کیا؟ ہم نے کہا اچھا تم یہ بتاؤ مرزا صاحب پر وحی آتی تھی؟

اُن کی وحی بھی قرآن کی طرح یقینی تھی۔ اس میں غلطی کا کوئی احتمال تھا۔ یہ ان کی کتابوں سے حوالے ہم نے اکٹھے کیے تھے۔ ساری کتابیں اکٹھی ہمارے پاس موجود ہوتی تھیں۔ اس نے لکھا ہے کہ میری وحی بھی قرآن کی طرح یقینی ہے۔ اس میں خطا کا کوئی احتمال نہیں۔ اگر وہ انکار کریں تو ہم کتابیں دکھاتے۔ وہ جانتا تھا کہ ان کے پاس حوالہ ہے۔

اس نے کہا ہاں قرآن کی طرح یقینی ہے۔ جھوٹ کا کوئی احتمال نہیں۔ غلطی اور خطا کا کوئی احتمال نہیں۔

تو پھر یہ بتاؤ انہوں نے یہ لکھا۔ ایک کتاب جس کا ہم نے حوالہ دیا کہ جو شخص بھی مجھ پر ایمان نہیں لاتا خواہ اس نے میرا نام تک نہ سنا ہو قرآن کے وہ مشرک ہے، وہ کافر ہے پکا کافر ہے، دائرہ اسلام سے خارج ہے، جہنمی ہے۔ یہ ذرا الفاظ کافر، پکا کافر، دائرہ اسلام سے خارج جہنمی چار لفظ۔ ہم نے کہا۔ یہ بھی اُس کی عبارت ہے۔ یہ بھی وحی ہے ہے؟

بالکل درست! اُس نے کہا۔ بالکل درست۔

اب ہمارے جو ممبر تھے۔ وہ اگرچہ انہیں مسلمان سمجھتے تھے لیکن اس پر ایمان تو نہیں لائے تھے۔ ایمان تو لائے نہیں تھے۔ وہ سمجھ گئے۔ او ظالم۔ یہ تو ہمیں کافر کہتا ہے۔ پکا کافر کہتا ہے۔ جہنمی کہتا ہے۔ یہ بات قرآن پر بھی آئے گی۔ اب ذرا وہ اور متنفر ہو گئے۔

اُس نے کہا ہاں یہ بات بھی ٹھیک۔

ہم نے کہا اگر ٹھیک ہے تو جو لوگ جنہوں نے مرزا کو تسلیم نہیں کیا وہ سب کافر ہیں؟ آپ کے خیال میں۔

اب وہ سمجھ گیا کہ یہ میں نے کیا بات کی۔ اس سے تو یہ سارے ممبر ہمارے خلاف ہو جائیں گے۔ تو اس نے کہا کہ امام بخاریؒ ان کی ایک اصطلاح ہے۔ باب باندھا ہے کُفْرٌ دُوْنَ کُفْرٍ

کفر چھوٹے بھی ہوتے ہیں بڑے بھی ہوتے ہیں۔ بڑا کفر اور چھوٹا کفر۔ تو انہوں نے کہا کہ وہ چھوٹے کافر ہیں۔ ہاں گناہ کا مرتکب۔ اگر گناہ کا مرتکب وہ کفر کرتا ہے لیکن وہ کفر چھوٹا کفر ہے یعنی دائرۂ اسلام سے خارج نہیں کرتا۔ پھر بھی مسلمان رہتا ہے۔

ہم نے کہا وہ کافر نہیں چھوٹا کافر ہے۔

انہوں نے کہا ٹھیک۔

ہم نے کہا وہ تو کہتا ہے کہ پکے کافر۔ یہ پکا کافر کیسا ہوا؟

اس نے کہا چھوٹے کفر میں پکے۔

چھوٹے کفر میں پکے۔ اچھا یہ ہو سکتا ہے کہ دائرہ اسلام سے خارج۔ یہ دائرے سے جب نکل گیا پھر اسلام سے کیا تعلق رہا اس کا؟

اس نے کہا کہ اسلام کے کئی دائرے ہیں۔ ایک دائرے سے نکل گئے۔ دوسرے میں ہیں۔

ہم نے کہا جہنمی ہے۔ وہ تو جہنمی کہتا ہے۔ مسلمان تو جہنمی نہیں ہوتا۔

اس نے کہا کہ تھوڑی دیر کے لیے جہنم میں بھیج دیں گے۔

اس کے بعد پھر جنت میں۔

ذرا تاویلوں کو دیکھو۔ لیکن ان تاویلوں سے کیا کام چلتا۔ لوگ سمجھ گئے تھے۔ یہ ہمیں کافر کہتا ہے۔ ہمارے ممبر سمجھ گئے تھے۔

ان سے پوچھا تمہاری کتاب میں مرزا صاحب کی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ تلک کتب ینظر الیھا کل مسلم بعین المحبۃ والمودۃ ویقبلنی ویصدقنی الا ذریۃ البغایا الذین ختم اللہ علی قلوبھم فھم لا یقبلون۔

لکھا ہے ہر مسلمان میری کتابوں کو محبت اور مودت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے۔ میری تصدیق کرتا ہے مگر ذُرِّیَّۃُ البَغَایَا کنجریوں کی اولاد جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگائی ہوئی ہے وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔

ہم نے کہا پھر یہ عبارت ذرا پڑھ لو۔ کیا یہ بھی درست ہے حقیقی ہے۔ جو مرزا کو نہیں قبول کرتے نبی کی حیثیت سے کیا وہ کنجریوں کی اولاد میں۔ بات ٹھیک ہے تمہاری۔

تو انہوں نے کہا کہ یہاں پر یہ بغایۃ جو ہے یہ بغاوت سے ہے۔ یہ سرکشوں کی اولاد ہیں۔ یہ معنی ہیں۔

کیا عجیب بات ہے۔ سرکش اس کا باپ ہوا اور قبول نہیں کیا بیٹے نے۔ بیٹا قبول نہ کرے تو باپ سرکش۔ گالی باپ کو دے دی۔ فساق باپ ہوتا ہے بیٹا نہیں ہوتا لیکن اگر کنجری کی اولاد ہے تو ماں ہے تو گالی اس کو آئی۔ میں نے کہا اچھا یہ بتاؤ کہ قرآن کریم میں ہے جو قوم نے مریم علیہا السلام سے بات کی ______ ______۔ مَا کَانَ اَبُوْکِ امْرَأَ سَوْءٍ وَّمَا کَانَتْ اُمُّکِ بَغِیًّا۔ کہ تمہاری ماں وہ زانیہ نہیں تھی۔ اس کا ترجمہ کرو۔ کیا ہے ترجمہ؟

اس نے کہا یہ تو بغیا ہے بغایۃ نہیں ہے۔

حد ہو گئی جہالت کی۔ میں نے کہا بَغِیًّا اور بغایۃ میں "د" کا فرق ہے۔ معنی کیوں تبدیل ہو گیا۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ اچھا یہ بتاؤ قرآن میں ہے وَلَا تُکْرِهُوْا فَتَیٰتِکُمْ عَلَی الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا۔ یہاں بغا کے کیا معنی۔ اس کے بعد میں نے کہا چلو حدیث میں چلے جاتے ہیں۔ اگر قرآن سے تم جواب نہیں دے سکتے۔ جامع ترمذی کی روایت میں آتا ہے البغایۃ اللاتی ینکحن بانفسھن بغیر بینۃ۔ کنجریاں ہیں زانیہ ہیں وہ عورتیں جو اپنا نکاح کرتی ہیں خفیہ بغیر گواہوں کے گواہ نہ ہوں۔ یہ زنا ہے۔ یہ نے کہا اس کا کیا معنی ہے؟

تیرہ دن جرح رہی۔ ہم نے اتنا وقت دیا انہیں آزادی کے ساتھ۔ اس کے بعد ممبروں کا ذہن بن چکا تھا۔ یہ سب کہتے تھے کہ اب یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ یہ ہمیں کافر کہتے ہیں۔ یہ ہم نے منوا لیا۔ اب اگر ہم انہیں مسلمان کہتے ہیں تو پھر ہم کافر ہیں اور یا پھر وہ کافر۔ دونوں میں سے ایک بات ہو گی تو فیصلہ ہم کیوں نہ دیں کہ وہ کافر۔ چنانچہ جب بحث کے بعد پوری تفصیلات آنے کے بعد میں نے بھی وہاں ایک کتاب دو سو صفحے کی پڑھی۔

ملتِ اسلامیہ کا موقف"۔ دو سو صفحات کی۔ اوّل سے لے کر آخر تک تاکہ ہم بھی اپنا موقف پیش کریں۔ انہوں نے ہمارے ممبروں کو تھوڑا اس بات میں ضرور متاثر کیا۔ انہوں نے کہا دیکھو یہ دیوبندی بریلویوں کو کافر کہتے ہیں۔ حوالہ فلاں۔ یہ بریلوی دیوبندیوں کو کافر کہتے ہیں۔ شیعہ سنّی کو، سنّی شیعہ کو، اہلِ حدیث مقلدوں کو، مقلد اہلِ حدیث کو۔ یہ سارے فتوے اکٹھے کر کے انہوں نے ایک بڑی لمبی فہرست بنائی تھی کہ ان کا تو کام ہی یہ ہے۔ اگر ان کے فتوے معتبر ہیں تو پھر سب کافر۔ صرف ہم کیوں؟ اس کے بھی ہم نے جوابات دیے۔

اور اصل بات یہ ہے کہ ہم جو یہاں پر بار بار لوگ، جو اصل میں متعصب قسم کے لوگ ہوتے ہیں، جو مصلحتوں کو نہیں جانتے، محض جذباتی قسم کے لوگ اور فتویٰ نہ دینے کی اہلیت نہ رکھنے کے باوجود فتوے دیتے ہیں یہ فتوے وہ دیتے ہیں۔ کسی بھی طبقے کے جید اور مستند علماء نے فتوے نہیں دیے۔ جی۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہ جعلی قسم کے فتوے ہیں۔ یہی وجہ ہے جب بھی کسی اسلامی مسئلے پر متحد ہونے کی ضرورت ہوتی ہے یہ سارے فتوے لگ جاتے ہیں اور اگر ان سے کوئی بھی حقیقی معنوں میں کافر ہوتا نعوذ باللہ تو پھر کیوں اکٹھے ہوتے؟ دستور کے مسئلے پر اکٹھے۔ اس کے بعد ۱۹۵۳ء کی تحریک میں اکٹھے۔ ۱۹۷۴ء کی تاریخ میں اکٹھے۔ پھر اسمبلی کی بحث میں اکٹھے۔ تو اس سے بالکل صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتوے اگر دیے گئے ہیں تو جعلی ہیں۔ یہ ہی بات ہے ورنہ پھر کبھی اکٹھے نہ ہوتے۔

اب کسی اسلامی مسئلے پر آپ بتائیں۔ قادیانی چونکہ حقیقی کافر ہیں۔ فتویٰ ہمارا بنیادی حقیقی ہے۔ اس لیے کسی اسلامی مسئلے پر ان کے ساتھ بیٹھنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ بریلوی دیوبندی مل جاتے ہیں، اہلحدیث اور مقلد مل جاتے ہیں۔ شیعہ سنی مل جاتے ہیں۔ یہ جیسے اکٹھے بیٹھ جاتے ہیں۔ ایسے ان کے ساتھ کوئی بیٹھ سکتا ہے؟ بتاؤ۔ اس لیے کہ ان کے بارے میں فتویٰ صحیح اور حقیقی فتویٰ ہے۔ جعلی نہیں۔ غرض یہ اللہ تعالیٰ نے دلوں کو پھیر دیا۔

اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ آدَمَ بَیْنَ اِصْبَعِیَّۃِ الرَّحْمٰن يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ۔ آدم کے بیٹوں کے دل اللہ کے ہاتھ میں ہیں انگلیوں کے درمیان جیسے چاہے پھیر دے۔

اللہ نے دل پھیر دیے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب قرارداد ہم نے پاس کی اور ترمیم آئین میں کی تو ایک ممبر نے بھی خلاف ووٹ نہیں دیا۔ متفقہ ووٹ دیے بلا استثناء۔ ایک ممبر بھی مخالف ووٹ نہیں دے سکا اور فیصلہ متفقہ ہوا۔

ہم سے وہاں کچھ لوگوں نے غلطی کرانی چاہی۔ جب فیصلہ ہوا تو انہوں نے کہا۔ بس ٹھیک ہے۔ مسلمان کی تعریف جامع کر لیں گے۔ یہ نکل جائیں گے۔ بس کافی ہے۔ ہمارا مطالبہ یہ نہیں ہے کہ تعریف کرو مسلمان کی۔ مسلمان کون ہوتا ہے؟ غیر مسلم کون ہوتا ہے؟ یہ مطالبہ قوم کا نہیں۔ قوم کا مطالبہ یہ ہے کہ مرزائی فرقہ کا نام لے کر مشخص اس فرقے کو کافر قرار دے دو۔ مطالبہ قوم کا یہ ہے۔ یہ تو مطالبہ نہیں ہے کہ تعریف کرو مسلمان کی کہ کیا تعریف ہے۔ آخر یہ ہوا کہ جو ایک دفعہ آئین میں جس میں یہ ہے — اس دفعہ میں — کہ غیر مسلم اقلیتیں پاکستان میں جن کے لیے انہوں نے حق دیا ہے اسمبلی کی ممبرشپ کے لیے، اس میں چھ فرقے شمار کیے گئے نام لے کر۔ سکھ، عیسائی۔ پارسی۔ ہندو، بدھسٹ، اچھوت۔ چھ فرقوں کا نام لے کر۔ یہ ہیں پاکستان میں غیر مسلم اقلیت۔ ہم نے کہا یہ اچھوت جو ہے۔ اس کے پیچھے مرزائیوں کا نام لکھو دیجیے۔ جگہ بھی بڑی مناسب تھی ان کے لیے۔ اس پر بڑی بحث ہوئی۔ اپنی میٹنگ میں۔ حکومت سے میٹنگوں میں۔ میں نے کہا اس میں لکھو مرزائی فرقہ — مرزائی اور بریکٹ میں لکھو قادیانی اور لاہوری۔ حفیظ پیرزادہ گورنمنٹ کی وکالت کر رہا تھا اور کوثر نیازی صاحب بھی۔ انہوں نے کہا یہ تو مرزائی اپنے آپ کو کہتے ہی نہیں۔ آپ مرزائی لکھ دیں تو وہ کہیں گے کہ وہ مرزائی نہیں ہیں۔ ایسا نام لکھو کہ وہ بھی تسلیم کریں کہ ہم وہی ہیں۔ احمدی۔

ہم نے کہا احمدی ہم ان کو نہیں مانتے۔ وہ احمدی نہیں ہیں۔ وہ تو تحریف کرتے ہیں قرآن کریم میں ہے۔

ومبشراً برسول یاتی من بعدہ اسمہ احمد

وہ کہتے ہیں اس سے مراد نعوذ باللہ مرزا ہیں۔ تو ہم نے کہا ہم احمدی مانتے ہی نہیں ان کو۔ دستور میں نام دینا چاہتے ہیں آپ۔ غلط کام۔

اس نے کہا پھر مرزائی وہ نہیں کہتے اور احمدی تم نہیں مانتے۔ پھر کیا نام لکھیں؟

میں نے کہا نام لکھو تم یہ (FOLLOWERS OF MIRZA GHULAM AHMED QADYANI

یعنی مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار اور پھر بریکٹ میں کہو قادیانی گروپ اینڈ لاہوری گروپ (QADYANI GROUP AND LAHORI GROUP) میں نے کہا مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ دیکھو مرزا "غلام احمد قادیانی" یہ تین لفظ دنیا میں میرے سوا کسی اور کو صادق نہیں آتے۔ میرا ہی نام ہے صرف مرزا غلام احمد قادیانی۔ میں نے کہا اتنی تخصیص ہوئی اس کی۔ اس کی اپنی زبان سے۔ اسی کو لکھو۔

اب پیرزادہ صاحب جو ہیں وہ حیران رہ گئے۔ انہوں نے کہا مفتی صاحب! اس پیری زادے کا نام کیوں دستور میں رکھتے ہو سارا دستور پلید ہو جائے گا۔ اب میرے جذبات کو اس نے ابھارنا چاہا کہ سارا دستور پلید ہو جائے گا اس کا نام رکھ کے۔

میں نے کہا کوئی بات نہیں پیرزادہ صاحب! قرآن میں ابلیس بھی ہے فرعون بھی ہے لیکن قرآن پھر بھی پاک کتاب ہے۔ اس پر لعنت ہی بھیجیں گے نا۔ ہم نے کرنا اس کو مبارکباد دینی ہے۔ اگر قرآن ان کافروں کے ناموں سے نہیں پلید ہوتا پھر بھی پاک کتاب۔ مبارک کتاب ہے تو یہ بھی۔ ہمارا دستور پلید نہیں ہوتا۔

پھر انہوں نے کہا دیکھو دستور میں کسی آدمی کا نام نہیں ہوتا۔ اصول ہوتے ہیں۔ نام نہیں ہوتا۔

میں نے کہا اسی دستور کے دیباچے میں دکھا دوں؟ دستور کا حصہ ہے وہ بھی۔ اس میں قائد اعظم محمد علی جناح کا نام ہے یہ نہیں؟

اس نے کہا قائد اعظم کا نام آ سکتا ہے۔

اور پھر اسی دستور میں جس میں ہم نے مسلمان کی تعریف کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی۔ تو نام دستور میں فرد کے لیے آ سکتا ہے۔

آخر وہ حزب بے بس ہو گیا اور اس نے کہا کہ ایسا کرو کہ احمدی اور یہ قادیانی اور لاہوری بریکٹ میں۔ ہمارے کچھ ساتھی بھی اس پر آمادہ ہو گئے تھے کہ یہ ہو جائے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ بات تو واضح ہو گئی۔ میں نے کہا نہیں۔ میں نے انہیں کہا کہ میرے ساتھ دوسرے کمرے میں چلو۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔ میں نے کہا ان کے سامنے میں کیا بحث کروں۔ میں نے ان سے کہا کہ دیکھو اگر آپ دستور میں لکھتے ہیں احمدی۔ جی۔ اور پیچھے بریکٹ میں کر لیں قادیانی گروپ اینڈ لاہوری گروپ تو بریکٹ بند دستور کا جزو نہیں ہوتا۔ وہ وضاحت کے لیے تشریح کے لیے ہوتا ہے لیکن دستور کا حصہ نہیں بنتا۔ بریکٹ بند کے معنی یہ ہیں کہ یہ اس فقرے کا اصل حصہ نہیں۔ تو نام تو ان کا احمدی ہو گیا۔ پھر بریکٹ دستوری نہیں۔ سب نے کہا پھر تو بات ٹھیک ہے۔

خیر۔ میں نے کہا اگر ایسا ہو جائے کہ ہم بجائے ایک گروپ کے۔ اچھوت۔ آگے لکھیں قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ یہ دو فرقے بنالیں اور پھر بعد میں بریکٹ میں یہ لکھیں جو اپنے کو احمدی کہتے ہیں۔ بریکٹ میں وہ آ جائیں۔ نام ان کا پڑ گیا قادیانی لاہوری گروپ اور بریکٹ میں یہ ہو جائے گا کہ جو اپنے کو احمدی کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں جیسا کہ اپنے کو وہ احمدی کہتے ہیں تو یہ بریکٹ میں بند ہو جائے گا۔ یہ حصہ نہیں دستور کا۔ اس پر بڑی بحث کے بعد اتفاق ہو گیا اور رات کو پھر بارہ بجے تک ہم نے بھٹو صاحب سے بحث کی۔ وہ نہیں مانتے تھے۔ ادھر ادھر اتنی بحث اور یہ حضرات پنڈی میں بیٹھے ہمارا انتظار کر رہے تھے کہ کیا فیصلے کراتے ہیں اور کل آخری رات ہے۔ پھر اور رات کی درمیانی رات۔ بارہ بجے تک بیٹھے رہے۔ آخر اس سے منوا لیا۔

اور قرارداد مرتب کی اور دوسری اسمبلی میں پیش کی۔ اس قرارداد میں جہاں آئینی ترمیم تھی وہ تو تھی، اس کے علاوہ یہ بھی تھا کہ ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے یعنی اس کی مخلوط آبادی ہونی چاہیئے۔ مسلمانوں کی بھی صرف قادیانیوں کی نہیں اور پھر یہ کہ آئینی ترمیم کے باوجود اگر یہ پھر بھی اپنے کو مسلمان کہتے ہیں، تو اس کی سزا ہونی چاہیئے۔ دو سال قید کی سزا ہونی چاہیئے اور اس قرارداد میں یہ بات تھی کہ اس بات کے لیے۔ آئین پر عمل کرانے کے لیے اور ایسے لوگوں کو مسلمان کہلانے سے روکنے کے لیے قانون سازی کی جائے گی۔ یہ اسمبلی کا فیصلہ ہے۔ باقاعدہ قرارداد پاس ہوگئی۔ قرارداد اسمبلی کی دائے ہوتی ہے قانون نہیں ہوتا۔ قانون سازی کی جائے۔ اس کے بعد قانون سازی کے لیے بل پیش ہوا۔ دو سال قید کی سزا کا بل گیا سٹینڈنگ کمیٹی کے پاس۔ سٹینڈنگ کمیٹی میں ممبر تھا۔ لیکن اس حکومت نے ہر اجلاس میں اجتناب کیا قانون سازی سے اجتناب اور ہمارے بار بار کے مطالبے کے باوجود کیا۔ بس ابھی۔ اسی اجلاس میں کرتے ہیں۔ وہ اجلاس گزر جاتا۔ دوسرا آتا پھر ہمارا مطالبہ۔ تیسرا پھر ہمارا مطالبہ، یہاں تک کہ ٹالتے رہے کہ اسمبلی ختم ہوگئی اور ۱۹۷۷ء میں الیکشن کا اعلان ہوا مارچ میں۔ اس میں دھاندلی ہوئی اور پھر تحریک چلی اور پھر بھٹو صاحب کا حشر۔ یہ ساری باتیں ہوگئیں لیکن وہ قانون سازی نہیں ہوئی۔ عمداً ٹالا گیا۔ وہ قانون سازی جب نہ ہوئی تو آج تک یہ لوگ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور کوئی جرم نہیں کوئی مؤاخذہ نہیں۔ کوئی روک نہیں۔ بالکل دھڑلے سے۔ 'الفضل' کو دیکھو۔ وہ اپنے کو احمدی مسلمان کہتا ہے۔ اس کے بعد مارشل لاء آیا۔ انہوں نے اعلان کیا ہم الیکشن کرائیں گے۔ ٹھیک ہے۔ الیکشن کے لیے انہوں نے ووٹروں کی فہرستیں مرتب کیں۔ یہ ماسٹر و ماسٹر اور پٹواری وغیرہ پھرتے تھے دیہاتوں میں۔ اس میں ایک فارم پر دستخط لیے جاتے تھے۔ اس میں مسلمان کے فارم پر ایک بیان تھا۔ حلفیہ بیان۔ جو شناختی کارڈ ہے

قادیانیوں، احمدیوں سے ایک درخواست

ہمیں یقین ہے کہ مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت کو علم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور آخری نبی سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کیسے ہوئی تھی اور یقیناً احمدی قادیانیوں کی ایک معقول تعداد بھی یہ ضرور جانتی ہے۔ کہ انکے "نبی اور سب انبیاء سے افضل رسول (نعوذ باللہ) اور نبی، مسیح موعود، امام زماں، مہدی، مجدد، عیسیٰ، ابراہیم، موسیٰ، کرشن اور اندر داگوپال، مرزا غلام احمد قادیانی مامور من ملکہ وکٹوریہ انگلستان و ہندوستان کی موت لاہور کے برانڈرتھ روڈ کے ایک مکان میں کیسے ہوئی تھی۔ بہرحال ہم سب دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ ہم سب کی موت بھی ایسے ہی ہو جیسے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی تھی آمین ثم آمین اس سلسلہ میں ہم قادیانیوں، احمدیوں سے بھی بصد ادب درخواست کرتے ہیں کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ سب قادیانیوں، احمدیوں کی موت بھی ایسے ہی ہو جیسے مرزا غلام احمد قادیانی کی ہوئی تھی۔ آمین ثم آمین! ہمیں امید ہے کہ سب احمدی بھی مندرجہ بالا دعا ضرور مانگیں گے۔ مگر جو احمدی یہ دعا، مانگنے کیلئے تیار نہ ہوں۔ انہیں چاہیئے کہ وہ مرزائیت سے توبہ کرکے فوراً دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں تاکہ آخرت میں ان کی نجات ہو جائے۔ ورنہ قیامت کے دن پچھتانا پڑے گا۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سعید روحوں کو ہدایت نصیب کرے،

منظور الٰہی ملک اعوان رکن مرکزی مجلس شوریٰ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

اس کے فارم پر بھی یہ بیان حلفیہ موجود تھا۔ اس کی عبارت آئین کے مطابق تھی۔ اس میں یہ تھا کہ میں حلفیہ بیان کرتا ہوں۔ الفاظ ذرا سنیئے! کہ میں جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی شخص کسی بھی مفہوم اور کسی بھی تشریح کے ساتھ نبی نہیں ہو سکتا۔ کسی بھی مفہوم کسی بھی تشریح میں ــ تاکہ تاویلیں نہ کریں کہ بروزی اور ظلی اور فلاں فلاں اور میں نہ قادیانی گروپ سے تعلق رکھتا ہوں اور نہ لاہوری گروپ سے اور نہ میں احمدی کہلاتا ہوں۔ یہ عبارت تھی۔ انہوں نے مارشل لاء کی حکومت نے۔ جی۔ چیف الیکشن کمشنر نے ایک فارم چھپوایا۔ اس فارم میں یہ عبارت تبدیل ہوئی۔ تبدیل کر دی گئی۔ حلفیہ بیان کاٹ کر کہا اقرار صادق۔ حلف سے اقرار۔ کمزوری آگئی یا نہیں۔ جھوٹ بول لیتے ہیں بہت سے لوگ اور کہا کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آگے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اور آگے کسی بھی مفہوم اور کسی بھی تشریح یہ لفظ دونوں کاٹ دیے۔ دونوں۔ اور ان کو تو موقع مل گیا۔ آگے یہ جو عبارت تھی کہ میں نہ قادیانی گروپ سے ہوں، نہ لاہوری گروپ اور نہ اپنے کو احمدی کہلاتا ہوں۔ یہ ساری کاٹ دی۔ باقی کیا بچا۔ بتاؤ۔ یہ ترمیم ہو گئی۔ فارم چھپ گئے اور چھپ کر یہ کام شروع کروایا گیا لیکن کام پوری طرح شروع کرانے سے قبل میں نے جنرل ضیاء سے کہا کہ دیکھو یہ عبارت تبدیل ہو گئی ہے۔ میں اسپتال میں تھا۔ مریض ہوں۔ اور یہ تبدیل کردہ مسئلہ خراب ہو جائے گا۔ یہ تو سارے قادیانی۔ مسلمان کے فارم پُر کر لیں گے۔ کیا رکاوٹ ہے ان کے لیے ــ انہوں نے وعدہ بھی کیا لیکن توجہ نہ دی۔ سترہ دن دوڑوں کا اندراج ہوتا رہا۔ سترہ دن۔ آخر میں نے ان سے ــ بیماری کے عالم میں، موٹر میں بیٹھ کر ان کے گھر پہنچا اور میں نے ان سے کہا دیکھو مسئلہ خراب ہو گیا ہے۔ ہم نے آئین میں ترمیم کی۔ ملک گیر تحریک چلی۔ لوگ شہید ہوئے۔ ۱۹۵۳ء میں پھر دوبارہ اتنی عظیم قربانیوں کے بعد ایک مسئلہ

طے ہو گیا۔ اگر یہ عبارت ہے تو پھر ہمارا سارا فیصلہ سبوتاژ ہو گیا۔ ختم ہو گیا۔ اس کا کوئی اثر نہیں۔ سارے مرزائی مسلمانوں کے فارم کو پُر کر دیں گے۔ اس لیے وہی عبارت رکھو جو پہلے تھی۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو میں بتانا چاہتا ہوں کہ مسلمان اس فارم کو پُر کرنے سے انکار کر دیں گے۔ پھر تم جانو۔ مرزائی جانیں ــ الیکشن کرو۔ مسلمان ووٹر نہیں ہو گا۔ پورے ملک میں مسلمان ووٹر نہیں بنے گا۔ اور مسلمان جذباتی ہے اس مسئلے میں۔ کیا ہم اگر آپ سے کہتے "آپ فارم پُر نہ کرو تو آپ کریں گے"؟ (نہیں نہیں۔ آوازیں) مجھے یقین تھا کوئی مسلمان پُر نہیں کرے گا۔ اس کے بعد انہوں نے سترہ دن کے بعد جب یہ میں نے ان سے کہا کہ نہیں ایسا کریں گے ہم۔ کچھ ہو جائے۔ پھر عبارت بدلائی اور اعلان ریڈیو پاکستان سے یہ ہوا کہ قومی اتحاد کے کچھ علماء نے یہ مطالبہ کیا کہ عبارت تبدیل ہو جائے۔ ان کے مطالبے کے پیش نظر ایسا کیا اگرچہ دونوں عبارتوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔ نہیں تھا۔ کوئی فرق تھا ہی نہیں۔ میں نے اخبارات میں دونوں عبارتیں چھپوائیں اور کہا دیکھو فرق ہے کہ نہیں۔ زمانے وقت کے چھپکے میں دونوں عبارتیں بالمقابل لگائیں۔ یہ ہمارے ساتھ ہوا۔ تو میری یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ حکومتیں کیوں الٹا کی سرپرستی کرتی ہیں اور اب میں سمجھتا ہوں کہ جیسے کہ انہوں نے فرمایا مولانا تاج محمود صاحب نے کہ لازم ہو گیا ہے۔ اس کے بغیر ہم نہیں رہ سکتے کہ لازماً قانون بنایا جائے۔ جو قادیانی اپنے کو مسلمان کہے دو سال اس کی سزا ہونی چاہیے۔ اس کے بغیر کوئی راستہ نہیں۔ یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے اس لیے کہ قانون نہیں اور اب ہمارا یہ مطالبہ ہے ــ مضبوط مطالبہ۔ اور انشاء اللہ پورا کر کے رہیں گے۔ کوئی بات ہے؟ مسلمانوں کے جذبات کو کیوں چھیڑا جاتا ہے؟ کیا وجہ ہے یہ لازماً ہو گا اور صدر ضیاء الحق کو بھی سوچنا ہو گا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ پاکستان کے مسلمانوں کے جذبات کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ (نعرۂ تکبیر، اللہ اکبر) اس لیے یہ بات ہوئی ہے اور لازماً۔ پھر

اس قسم کی بات ! کیا صدر ضیاء الحق نے اس آئین کا حلف نہیں اٹھایا۔ آئین موجود ہے۔ اس کا حلف اٹھایا ہے۔ پھر وہ یا ان کے سامنے کوئی دوسرا یا عبدالسلام خود یہ کہے کہ میں مسلمان شخصیت ہوں۔ میں پہلا مسلمان سائنسدان۔ بتاؤ ذرا کیا آئین جو اس ایوان میں پاس ہوا اس میں ترمیم ہوئی۔ اس کے حق میں جو قرارداد پاس ہوئی کیا اس کی توہین نہیں اور کیا یہ اس حلف کی خلاف ورزی نہیں جو انہوں نے اٹھایا۔ جو حلف انہوں نے اٹھایا ہے آئین کا، اس کی خلاف ورزی ہے۔ پھر کیسے کہا جائے کہ یہ مسلمان ہے۔ اس کے تو معنی یہ ہیں کہ ہمارے صدر صاحب نے بھی اپنے حلف کا کوئی لحاظ نہیں کیا۔ بات یہی ہے۔ بتائیے ! میں اس سے پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ پاکستان کا ایک آئین۔ تم نے اس آئین کا حلف اٹھایا۔ پھر اس کے پابند ہو کر تمام قادیانیوں کو غیر مسلم کہو اور ایسا بھی نہیں کہ عبدالسلام کسی سے پوشیدہ ہو۔ یہ آؤ بھگت ! بات کیا ہے ؟ کیا اس سے پہلے کسی کو نوبل انعام نہیں ملے۔ بتاؤ ! اُن کا بھی کوئی اعزاز ہوا۔ فیض احمد فیض کو، اگرچہ ہمیں اس سے اختلاف ہے' وہ کمیونسٹ ہے۔ انعام ملا۔ نوبل انعام۔ یہ بتاؤ ! کیا اُس کا بھی استقبال کیا ہے ملکی صدر، ملک کے تمام گورنروں اور تمام لوگوں نے۔ ویری ویری گڈ ہیں ؟ (نہیں۔ نہیں آوازیں) مولانا مودودی صاحب کو ملا ایوارڈ شاہ فیصل کی طرف سے، اُس کا بھی کوئی استقبال ہوا ؟ لیکن یہ بتاؤ ! ان کا یہ اعزاز کیوں ہے۔ اِس کے پیچھے کون سا ہاتھ ہے۔ ذرا بتاؤ۔ کوئی ہاتھ تو ہے۔ آخر وجہ کیا ہے ؟ یہ تو ہم پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ اور کسی کو نوبل انعام ملتا ہے پاکستان میں تو مستحق اعزاز نہیں ہوتا اور انہیں ملتا ہے تو مستحق اعزاز ہو جاتا ہے اور پھر وہ قادیانی سے مسلمان بھی بن جاتا ہے۔ آئین کا احترام بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اپنے حلف کا بھی پاس نہیں کیا جاتا۔ کون سا پیچھے محرک ہے۔ وہ ہاتھ کونسا ہے۔ ہمیں اس ہاتھ کو معلوم کرنا ہے کہ وہ ہاتھ کونسا ہے۔ یہ اتفاقی بات نہیں۔ اور

میں تو کہتا ہوں کہ عبدالسلام نے جو یہ کہا ہے کہ میرا انعام حاصل کرنا بھی ایک حادثہ ہے۔ یہ حادثہ نہیں، وہ بھی ایک سوچی سمجھی سکیم ہے۔ یہ کہتا ہے حادثہ ہے۔ حادثہ نہیں ہے۔ یہودیوں نے نوبل انعام دیا تاکہ ہمارے ہاں، جیسا کہ حضرت صاحب نے فرمایا کہ یہ جو ہمارے ایٹمی پلانٹ کا مسئلہ۔ ایٹمی توانائی کا مسئلہ جس سے ہم کہتے ہیں کہ ایٹم بم نہیں بناتے۔ ہم بم نہیں بناتے، ہم تو ایٹمی توانائی حاصل کر کے کھاد حاصل کر کے کھیتوں کے لیے استعمال کریں گے۔ امریکہ کے اعتراض سے بچنے کے لیے۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں اگر ہم یہ کہیں کہ ہم بم بناتے ہیں۔ اگر ایٹم بم بنانا امریکہ کے لیے جائز ہے، برطانیہ کے لیے جائز ہے، گناہ نہیں۔ فرانس کے لیے جائز ہے' بھارت کے لیے جائز ہے، جرمنی کے لیے جائز ہے۔ اسرائیل میں ایٹم بم پڑے ہوئے ہیں۔ بارہ ایٹم بم ان کے لیے ہیں۔ اگر ان کے لیے گناہ نہیں تو پاکستان اور کسی اسلامی ملک کے لیے کیوں گناہ ہے ؟ (نعرے قائد اسلامی انقلاب مفتی محمود۔ زندہ باد)۔ اسلامی ملک کے لیے کیا گناہ۔ ہمیں یہ بات کہنے میں کوئی جھجک نہیں ہوتی۔ لیکن امریکہ دباؤ ڈال رہا ہے۔ انتہائی دباؤ کہ تم اس کو بند کرو اور بہت سے لوگ وہاں جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ سائنسدان فرانس کا آدمی گیا۔ امریکہ کا آدمی گیا انہیں روکا۔ وہاں۔ یہ تو بہت بڑے راز کی بات ہے۔ اب یہ راز یہودی کیسے حاصل کریں۔ امریکن گورنمنٹ کیسے حاصل کرے تو طریقہ یہ سوچ لیا کہ اپنے ایک ایجنٹ کو انعام دے کر اس کا اعزاز کرا کے اونچا کیا کہ یہ وہاں جائے سائنسدان کی حیثیت سے اور اس کے اندر تمام راز معلوم کر کے امریکہ پہنچا دے۔ مسئلہ بالکل واضح ہے۔ عبدالسلام کوئی چیز نہیں، کوئی مسئلہ نہیں، مسئلہ کے پیچھے کوئی دوسرا ہاتھ ہے۔ ایک تو ہم نے اس فیصلہ کو برقرار رکھنا ہے۔ دیکھئے ہم نے قربانیاں دے کر یہ مسئلہ حل کرایا، پوری قوم نے۔ اس کا سہرہ پوری قوم کے سر ہے۔ جو چیز جو مسئلہ حل نہیں ہو رہا تھا ہم نے اسے حل کرایا۔

باقی صہ ۲۳ پر

مولانا ابوالحسن ندوی

بعثت کے بعد

انسانیت کی صبح صادق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت اپنی عمر کے چالیس سال پورے کیے، اس وقت دنیا آگ کی ایک خندق کے بالکل کنارے بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا۔ کہ لب بام کھڑی تھی۔ پوری نسل انسانی تیزی کے ساتھ خودکشی کے راستہ پر گامزن تھی، یہ وہ نازک وقت تھا۔ جب انسانیت کی صبح صادق طلوع ہوئی۔ محروم و بدنصیب دنیا کی قسمت جاگی، اور بعثت محمدی کا مبارک وقت قریب ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ جب تاریکی بہت بڑھ جاتی ہے۔ اور قلوب سخت اور مردہ ہونے لگتے ہیں۔ تو اس کی رحمت کا کوئی جاں نواز جھونکا چلتا ہے اور انسانیت کے خزاں رسیدہ چمن میں پھر بہار آجاتی ہے دنیا میں اس وقت جہالت اور جاہلیت کی حکمرانی تھی، خرافات واوہام اور شرک وبت پرستی کی وبا عام تھی، اس کو دیکھ کر آپ کی بے چینی خالقِ کائنات اور خالق ارض وسماوات کی ہدایات اور اس کے احکام کا انتظار انتہا تک پہنچ چکا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کوئی غیبی طاقت اور غیبی آواز آپ کو چلا رہی ہے۔ اور آپ کی رہنمائی کر رہی ہے۔ اور اس بڑے منصب کے لیے آپ کو تیار کر رہی ہے۔

اس زمانہ میں تنہائی اور خلوت پسندی آپ کا شیوہ اور معمول بن گئی تھی۔ اور آپ کو سب سے علیحدہ ہو کر تنہا بیٹھنے سے بڑا سکون ملتا تھا، آپ مکہ سے بہت دور نکل جاتے۔ یہاں تک کہ شہر کے مکانات بھی آپ کی نظروں سے اوجھل ہو جاتے۔ آپ مکہ کی گھاٹیوں اور اندر کی وادیوں سے گزرتے تو شجر و حجر سے آواز آتی کہ السلام علیک یا رسول اللہ آپ اپنے داہنے بائیں اور پیچھے مڑ کر دیکھتے تو درختوں یا پتھروں کے سوا کچھ نظر نہ آتا [1]

غار حرا میں

آپ زیادہ تر غار حرا میں قیام فرماتے اور متواتر کئی کئی راتیں وہاں گذرتیں۔ اس کا انتظام پہلے سے آپ کر لیتے تھے۔ یہاں آپ ابراہیمی طریقہ پر اور فطرت سلیم کی رہنمائی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے

بعثت مبارک

اسی طرح آپ ایک بار غار حرا میں تشریف فرما تھے کہ منصب نبوت سے آپ کو سرفراز کرنے کی مبارک ساعت آپہنچی۔

یہ ۱۷ رمضان [2] آپ کی ولادت کے اکتالیسویں سال کا واقعہ ہے (مطابق ۶ اگست ۶۱۰ء) جو حالت بیداری اور شعور کی حالت میں پیش آیا، آپ کے سامنے غار حرا میں فرشتہ آیا اور کہا کہ پڑھیے، آپ نے جواب دیا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اس نے مجھے پکڑ کر دبایا یہاں تک کہ میں نے تکلیف محسوس کی، پھر مجھے چھوڑ دیا، اور کہا پڑھیے! میں

---

[1] سیرت ابن ہشام ج اول ۲۳۴،۲۳۵ صحیح مسلم میں آپ کا یہ قول بھی مروی ہے کہ "میں مکہ کے ایک پتھر سے اب بھی واقف ہوں جو بعثت سے پہلے مجھے سلام کرتا تھا (کتاب الفضائل باب فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم) [2] دیکھئے حدیث حضرت عائشہ رضہ (باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) [3] ابن کثیر ج اول ۳۹۲ روایت ابو جعفر محمد الباقر۔

نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں تو اس نے پھر مجھے پکڑا اور اتنی زور سے لپٹایا کہ مجھ پر اس کا سخت دباؤ پڑا۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھیے۔ میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، اس نے پھر مجھے پکڑ کر دوبارہ اسی طرح دبایا اور چھوڑ دیا اور کہا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ (سورہ علق ۱۔۵)	(اے محمد) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے عالم کو پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا، پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا۔

کوہ صفا پر پہلا اعلان حق

ابتدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت وتبلیغ کے اس کام کو چھپا کر کرتے رہے اور تین سال اسی حال میں گذر گئے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو برملا اظہار و اعلان کا حکم ہوا اور ارشاد ہوا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ۔ (سورہ حجر ۹۴)	پس جو حکم تم کو خدا کی طرف سے ملا ہے وہ (لوگوں) کو سنا دو اور مشرکوں کا خیال نہ کرو۔
وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ۙ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (سورہ شعراء ۲۱۴،۲۱۵)	اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈر سنا دو اور جو مومن تمہارے پیرو ہوگئے ان سے تواضع سے پیش آؤ۔
وَقُلْ اِنِّیْۤ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ (سورہ حجر ۸۹)	اور کہہ دو کہ میں تو اعلانیہ ڈر سنانے والا ہوں۔

اس حکم کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا کی چوٹی پر چڑھے اور بلند آواز میں یہ صدا لگائی "یا صباحاہ" یہ نعرہ عربوں کے لیے جانا پہچانا تھا، اور اس وقت لگایا جاتا تھا جب کسی دشمن یا غنیم کے حملہ کا فوری خطرہ ہوتا۔ یا صباحاہ کا نعرہ سننا تھا کہ قریش کا سارا قبیلہ وہاں جمع ہوگیا جو کسی وجہ سے نہیں آسکا اس نے اپنا نمائندہ بھیجا، اس وقت آپ ان سے مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا۔

"اے بنی عبدالمطلب! اے بنی فہر! اے بنی کعب! اگر میں تم کو یہ اطلاع دوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں ایک لشکر کھڑا ہے اور تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم اس بات کا یقین کروگے؟"

عرب حقیقت پسند اور عملی لوگ ہیں۔ انہوں نے ایک شخص میں سچائی، امانت و دیانت اور خیر خواہی کا بارہا تجربہ کیا تھا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ شخص (جس کے متعلق ان کی یہ رائے رہی ہے) پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہے، وہ صرف اپنے سامنے کی چیز دیکھ رہے ہیں۔ تو ان کی ذہانت، انصاف پسندی اور اس امین وصادق مخبر کی اطلاع و خبر نے ان کی رہنمائی کی اور ان سب نے کہا کہ ہاں ہم یقین کریں گے۔

دعوت وتربیت کا حکیمانہ انداز

جب یہ فطری اور ابتدائی مرحلہ طے ہوا اور سننے والوں کے اعتماد و یقین کا علم ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فَاِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّكُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ تو یہ سمجھو کہ میں تم کو ایک سخت عذاب سے ڈرانے اور آگاہ کرنے آیا ہوں جو بالکل تمہارے ہاتھوں کے سامنے ہے۔

یہ دراصل منصب نبوت کی صحیح تعریف اور نشاندہی تھی اور غیبی حقائق اور وہبی علوم میں نبوت کو جو خصوصیت و انفرادیت حاصل ہے اس کی بڑی حکمت و بلاغت کے ساتھ ترجمانی، جس کی نظیر ہم کو مذاہب اور نبوت کی تاریخ میں نہیں ملتی، واقعہ یہ ہے کہ اس سے مختصر و آسان راستہ اور اس سے زیادہ قابل فہم اور واضح پیرایۂ بیان کوئی اور نہیں ہوسکتا تھا۔

یہ سنتے ہی مجمع پر ایک خاموشی چھاگئی، لیکن ابولہب نے کہا، تمہارا سارا دن برباد ہو، کیا صرف یہی کہنے کے لیے تم نے ہمیں بلایا تھا۔

دشمنی وایذارسانی کا آغاز اور ابوطالب کی مدافعت وشفقت

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کا برملا اور

بلا خوف و خطر اعلان کرنا شروع کیا تو اس وقت تک آپؐ کی قوم نے اس کی زیادہ پرواہ نہیں کی اور ان کو زیادہ خطرہ محسوس نہیں ہوا اور انہوں نے اس کے رد اور جواب کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی لیکن جب آپ نے ان معبودوں کی مذمت کرنی شروع کی تو یہ بات ان کو بہت بری لگی اور وہ سب آپ کی مخالفت پر کربستہ اور متحد ہوگئے اس موقع پر آپ کے چچا ابوطالب آپؐ کی مدافعت کے لیے سینہ سپر ہوگئے اور آپ کے ساتھ بہت شفقت و نرمی کا معاملہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس اعلان حق اور تبلیغ و دعوت میں جان و دل و [illegible] سے مشغول ہوگئے، اور آپؐ کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہیں لائے دوسری طرف ابوطالب آپؐ کے لیے سینہ سپر ہوگئے اور آپ کی ہرطرح حفاظت کرتے رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوطالب کا مکالمہ

اب قریش میں ہرطرف اور ہروقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا ہونے لگا لوگ ایک دوسرے کو آپ کی مخالفت اور دشمنی پر آمادہ کرتے اور اس کے لیے فضا تیار کرتے چنانچہ ایک مرتبہ پھر یہ سب لوگ ایک پورا وفد بناکر ابوطالب کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ۔

"اے ابوطالب آپ سن رسیدہ بزرگ ہیں اور ہماری نگاہ میں آپ کی خاص قدرومنزلت ہے ہم نے آپ سے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ آپ اپنے بھتیجو کو منع کردیں لیکن آپ نے اس سلسلہ میں کچھ نہ کیا، اب خدا کی قسم ہم اس سے زیادہ صبر نہ کریں گے جتنا صبر کا ثبوت ہم نے اب تک دیا ہے اب ہم اپنے آباؤ اجداد کی مذمت، اور ہم کو ناسمجھ و بے وقوف ٹھہرانے اور ہمارے معبودوں کو عیب لگانے کی کوشش زیادہ برداشت نہیں کر سکتے، یا تو آپ ان کو اس حرکت سے باز رکھیں اور یا پھر ان سے اور آپ سے سمجھ لیں گے۔ یہاں تک کہ ہم میں سے کوئی ایک فریق ختم ہوجائے گا"

ابوطالب پر اپنی قوم کی جدائی اور دشمنی بھی شاق تھی اور وہ اس پر بھی راضی نہ تھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے ہاتھ اٹھالیں اور ان کو قوم کے حوالہ کردیں۔ انہوں نے آپ کو بلا بھیجا اور کہا کہ۔

"میرے بھتیجو! تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے تھے اور ایسا ایسا کہہ رہے تھے، ذرا میری جان کا بھی خیال کرو اور اپنی جان کا بھی، مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جس کو میں اٹھا نہ سکوں۔"

اگر میرے داہنے ہاتھ میں وہ سورج رکھ دیں اور بائیں ہاتھ میں چاند

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سن کر خیال ہوا کہ شاید ابوطالب اب ان کے معاملہ میں متردد ہیں، اور اب آپ زیادہ حمایت و پشت پناہی نہ کرسکیں گے۔ آپ نے فرمایا۔

"چچا! خدا کی قسم اگر وہ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو غالب کردے یا میں اس راستہ میں ہلاک ہوجاؤں، تب بھی اس سے باز نہ آؤں گا۔"

یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور آپؐ رو دیئے، اس کے بعد آپ اٹھے اور تشریف لے جانے لگے، آپؐ کو اس طرح جاتا دیکھ کر ابوطالب نے آپؐ کو آواز دی اور کہا کہ میرے بھتیجے! آؤ، آپؐ سامنے تشریف لائے، انہوں نے کہا، جاؤ اور جو تمہارا دل چاہے کہو اور جس طرح چاہو تبلیغ کرو، خدا کی قسم میں تم کو کبھی کسی کے حوالہ نہ کروں گا۔"

قریش کے ہاتھوں مسلمانوں پر مظالم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت الی اللہ کا کام پورے زور وشور سے شروع کردیا۔ جب قریش آپ سے اور آپ کے چچا ابوطالب سے مایوس ہوگئے، تو ان کا سارا غصہ ان کے قبیلہ کے ان افراد پر اترنے لگا جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ اور ان کا کوئی حامی نہ تھا۔

ہر قبیلہ اپنے قبیلہ کے ان اشخاص پر ٹوٹ پڑا جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا، ان کو قید وزدوکوب، بھوک، پیاس اور مکہ کی سخت گرمی اور جھلسا دینے والی تپش کی اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا۔

حضرت بلال رضؓ حبشی کو جو اسلام لاچکے تھے۔ ان کے آقا امیہ ٹھیک تپتی ہوئی دوپہر میں باہر لاتے، پیٹھ کے بل لٹاتے پھر حکم دیتے

کہ ایک بہت بڑا پتھر لاکر ان کے سینہ پر رکھا جائے، پھر کہتے کہ نہیں! خدا قسم نہیں، تم کو اس وقت تک اسی حال میں رکھا جائے گا۔ جب تک تمہارا دم نہ نکل جائے یا تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کرو اور لات وعزیٰ کی پرستش کرنے لگو، لیکن وہ اس سخت ابتلاء و آزمائش میں بھی اعلان توحید سے باز نہ آتے اور کہتے "احد احد" وہ ایک ہے، وہ ایک ہے۔

اس حالت میں ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گذرے اور امیہ کو ایک زیادہ مضبوط و توانا اور سیاہ فام غلام دے کر حضرت بلال رضؓ کو آزاد کرادیا۔؎

بنی مخزوم عمار بن یاسر اور ان کے والد اور والدہ (اس لیے کہ یہ اسلام کی نعمت سے سرفراز ہو چکے تھے) کو باہر لاتے اور ان کو مکہ کی سخت گرمی اور تپش میں مختلف قسم کی تکلیفیں پہونچاتے، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گذر ہوتا تو فرماتے "آل یاسر ذرا صبر، ذرا صبر تمہاری منزل جنت ہے، ان کی والدہ کو مشرکین نے اس وقت شہید بھی کر دیا اس حالت میں کہ وہ اسلام کے سوا ہر چیز کا انکار کر رہی تھیں؎

مصعب رضؓ بن عمیر مکہ کے بہت خوش پوشاک نوجوان تھے۔ اور ناز و نعم میں پلے تھے، وہ اپنے والدین کے بڑے لاڈلے تھے ان کی والدہ صاحب ثروت تھیں اور ان کو اچھے سے اچھا لباس پہناتی تھیں، خوشبوؤں کے استعمال میں بھی اہل مکہ میں ان سے بڑھ کر کوئی نہ تھا، حضرمی جوتے جو بہت قیمتی ہوتے ہیں، ان کے استعمال میں رہتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے تھے میں نے مکہ میں مصعب رضؓ بن عمیر سے زیادہ خوش وضع و خوبرو، جامہ زیب اور ان سے زیادہ ناز پروردہ کسی اور کو نہیں دیکھا، مصعب رضؓ بن عمیر کو جب یہ اطلاع ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "دار ارقم" میں دعوت اسلام دیتے ہیں تو وہ بھی وہاں پہنچے، اسلام قبول کیا، اور آپ کی تصدیق کی، وہاں سے نکل کر یہ بات اپنی والدہ اور قوم کے ڈر سے ظاہر نہیں کی اور چھپ چھپ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے رہے عثمان بن طلحہ نے ایک بار ان کو نماز پڑھتے دیکھ لیا اور ان کی والدہ اور ان کے قبیلہ والوں کو خبر کر دی، وہ ان کو پکڑ کر لے گئے اور قید کر دیا، اور جب تک حبشہ کی طرف پہلی ہجرت نہ ہوئی وہ جیل ہی میں رہے۔ اس پہلے قافلہ کے ساتھ انہوں نے ہجرت کی، پھر مسلمانوں کے ساتھ اس شان سے واپس ہوئے کہ ان کی حالت یکسر تبدیل ہو چکی تھی، اور نرمی اور مرفہ الحالی کی جگہ کھردراپن پیدا ہو گیا تھا ان کی والدہ بھی اس تغیر حال کو دیکھ کر ان کو لعنت و ملامت کرنے سے باز رہیں۔

بقیہ فیصلہ کن معرکہ

آج وہ کونسی طاقت ہے جو حل شدہ مسئلے کو پھر سے واپس لے لے۔ کونسی طاقت ہے۔ کام نہ ہو اور پھر اسے کرایا جائے، یہ بڑا مشکل ہے لیکن ہوئے ہوئے کام کو جو موجود ہو اس کو واپس لینا مشکل تر ہے یا نہیں؟ کوئی طاقت دنیا میں ایسی نہیں جو اس فیصلہ کو مرزائیت کے بارے میں آئینی فیصلے کو مسترد کر دے۔ کوئی طاقت نہیں اور اس کا تحفظ کون کرے گا۔ یہ قوم کرے گی۔ میں نہیں کہتا کہ ضیاء الحق کرے گا۔ اگرچہ ذمہ داری اس کی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ گورنمنٹ کرے گی۔ یہ قوم خود محافظ ہے مسئلہ ختم نبوت کی جس نے حل کرایا ہے اس کی حفاظت بھی کرے گی۔ یعنی یہ مسئلہ ہے کہ آپ نے حفاظت کرنی ہے۔ ہم تیار ہیں، حکومت ہمارا امتحان نہ لے۔ بار بار ہمارا امتحان ہو چکا ہے۔ بار بار ہو چکا ہے کوئی حکومت کچھ ہو جائے۔ وہ اس میں ناکام ہوگی۔ شکست کھائے گی۔

بقیہ : اللہ سے تعلق قائم کرنے کا طریقہ

ہے، وہ عرش سے افضل ہے پس جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے گا۔ اس کا تعلق اللہ سے قائم ہوگا۔ مگر فرق وہی ہوگا۔ جو نوکر اور آقا میں ہوتا ہے۔ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔ جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوگا۔ خواہ اپنے آپ کو زبان سے محبوب کہے یا نہ کہے (اور اکثر اہل اللہ زبان سے اپنے آپ کو اللہ کا محبوب نہیں کہتے۔ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع کی برکت سے گناہ معاف کر دیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں۔ اس کے بعد حضرت مولانا نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ بدعات سے بچائیں اور اتباع سنت کی توفیق بخشیں۔ اور اپنی رضا و قرب نصیب فرمائیں۔ آمین۔

WEEKLY Khatme-Nubbuwat KARACHI
Registered S. No. 3220

الاسلام

قادیاں کے زلہ خواروں کو نچایا جائے گا
غیرتِ اسلام کا ڈنکا بجایا جائے گا

صورتِ حالات کے ویرانہ آباد میں
دبدبہ فاروقِ اعظمؓ کا بٹھایا جائے گا

کٹ مریں گے خواجہ کونینؐ کے ناموس پر
سر کوئی شے ہی نہیں، یہ بھی کٹایا جائے گا

جانتا ہوں اہلِ ربوہ کے سیاسی پیچ و خم
کافرانِ دینِ قیم کو جھکایا جائے گا

گونجتا ہے نعرۂ تکبیر ہر میدان میں
ایشیا میں اس کی ہیبت کو بٹھایا جائے گا

مسندِ میرِ اممؐ کے وارثوں کو بے خطر
کھینچ کر اسلام کی چوکھٹ پہ لایا جائے گا

عرصۂ کونین میں لختِ دلِ زہراؓ کا نام
استقامت کے حریفوں کو سنایا جائے گا

دار کے تختہ پہ کھنچوا دو کہ میں ڈرتا نہیں
جھنگ کے پہلو سے ربوہ کو اٹھایا جائے گا

قادیانی ارضِ پاکستان میں یاللعجب؟
راز کیا ہے ایک دنیا کو بتایا جائے گا

سرزمینِ پاک میں سرمایہ داری کا وجود
اب مٹانا ہی پڑا ہے تو مٹایا جائے گا

ناصر احمد چیز کیا ہے کھچڑی گنبی کا جوش
ارتداد اس کا زمانہ کو دکھایا جائے گا

شورش کاشمیریؒ